جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تالیفِ منیف

دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر' پر ایک نظر

—— از قلم : پروفیسر حافظ محمد فاضل ——

(یہ مقالہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام
سالانہ محاضراتِ قرآنی منعقدہ مارچ ۱۹۹۰ء کے لیے تحریر کیا گیا تھا)

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم ط

مؤلّف علّام کی زیر نظر کتاب کی قراءتِ اولیٰ کے موقع پر ایک مجموعی سا تأثر غیر معیاری اسلوب و انداز میں زبان پر آ گیا تھا۔ ہدیۂ سامعین و قارئین کئے دیتا ہوں۔

امّتِ بیمار کی تشخیص کا دستور ہے
اس میں تجویز و ہدایت بدرقہ مسطور ہے
ڈاکٹر صاحب مؤلّف ' ہیں فنا قرآن میں
جوہرِ قرآن ہی صفحات میں منثور ہے
کاش امّت کو ہو احساسِ علالت بالشعور
پھر تو تحریرِ معالج ہر طرح مشکور ہے
ہجرِ قرآں سے زوال اور وصلِ قرآں سے عروج
امّتِ خیر البشرؐ کا بس یہی منشور ہے
تِلک الایّامُ نُداوِل ' سنّتِ ربِّ جلیل
لیک مومن ربّ کی تکبیر پر مامور ہے

تالیفِ مذکور جو ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے کے مراحل طے کر رہی ہے اور وہ بھی ابتداءً اپنا دو تہائی حصہ بہرحال بقول مؤلف علام مدّ ظلہ 'بحوالہ ماہنامہ ' حکمت قرآن ' ماہِ

© rasailojaraid.com

فروری ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۴، مشمولات کتاب، تین حصوں میں منقسم ہیں - جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

۱- مقدمہ تالیف

۲- حصہ اول - یہ دو ابواب پر مشتمل ہے -

پہلا باب - اسلام کی نشاۃ ثانیہ - کرنے کا اصل کام - اقدامات -

دوسرا باب - فکر مغرب کی اساس اور اس کا تاریخی پس منظر - از پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم -

۳- حصہ دوم - یہ چار ابواب پر مشتمل ہے -

پہلا باب - قرآن حکیم قرنِ اول میں اور اس کے بعد --

دوسرا باب - اسلام برعظیم پاک و ہند میں

تیسرا باب - انگریزی دور کے فتنوں کا سدباب - تحریک رجوع الی القرآن اور ترجمہ و تفسیرِ قرآن کے مختلف مکاتبِ فکر -

چوتھا باب - انجمن خدام القرآن کا موسّس -

۴- حصہ سوم - دعوت و تحریک کے سلسلے میں مؤلف علام مدظلہ کے مقررہ کردہ سنگ ہائے میل اور تفصیلی روئیداد --

انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر دوسرے پروگراموں کے ساتھ محاضراتِ قرآنی کا سلسلہ بھی ایک اہم پروگرام ہے جس کا موضوع متعیّن ہوتا ہے - اس سال یہ موضوع جناب محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ مؤسّس انجمن و تنظیم کی رفیع الشان کتاب "دعوت رجوع الی القرآن" منظر و پس منظر کو مقرر کیا گیا ہے اور اس موضوع پر مجھ جیسے ناچیز اور ہیچمدان کو اظہار رائے یا اظہار خیال کی دعوت عجیب سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ معاملہ تو کسی بلند و بالا شخصیت یا کم از کم مؤلف علام مدظلہ کے مساوی و ہم مرتبہ شخص کو ہی سونپا جا سکتا ہے جبکہ من آنم کہ من دانم - بہرحال الامر فوق الادب کے پیش نظر حاضر خدمت ہوں - ع گر قبول افتد زہے عز و شرف - ایک شاعر کا قول ہے -

عینُ الرِّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیلَۃٌ — لکنّ عین السخط تُبدی المساویا

.com

یعنی پسندیدہ شخصیت کا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا- لیکن جس سے ناراضگی ہو اس کی برائیاں چن چن کر سامنے لائی جاتی ہیں - اور جناب محترم مولف علام مدظلہ کی شخصیت تو میرے نزدیک بلاشبہ پسندیدہ ہے - اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ کسی باقاعدہ منظم دینی و ملی تحریک میں شمولیت کے لئے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے- اس لئے مجھے تو یہ کتاب سراسر نُور ہی نظر آتی ہے- کیونکہ یہ نور (قرآن حکیم) ہی کی تو تشریح ہے- بہرحال اختلاف رائے کی گنجائش تو ہوتی ہے-

تعارف مؤلّف علّام مدظلّہ بسلسلۂ تالیف

مولف علام محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ کی ذات دور حاضر میں نہ صرف یہ کہ برصغیر پاک و ہند کے دینی و سیاسی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی اپنے مشن کی اشاعت کی وجہ سے مسلسل متعارف ہوتی چلی جارہی ہے- ہاں البتہ تحدیثِ نعمت کے طور پر مقدمۂ کتاب میں وہ خود اپنا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں :

"اللہ تعالے نے اپنے ایک عاجز اور حقیر بندے کو جس نے سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پائی اور جو کالج کی سطح پر نہ کبھی ادب یا فلسفے کا طالب علم رہا نہ عمرانیات یا اسلامیات کا بلکہ سائنس اور طب کی تحصیل میں مصروف رہا- اِنَّآ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ کے مصداق اپنی کتاب و حکمت اور خاص طور پر اس کی نشر و اشاعت کے لئے اس درجہ خالص کر لیا کہ اسے تعلیم و تعلّم قرآن کے سوائے دنیا کی کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہ رہی اور پھر اس کے درسِ قرآن کو اتنا قبول عام بخشا کہ وہ 'عوامی درس قرآن' کے اس خواب کی عملی تعبیر بن گیا جو لگ بھگ نصف صدی قبل چودھویں صدی کے مجدّد اعظم (شیخ الہند اسیر مالٹا مولانا محمود الحسنؒ) نے دنیا سے رحلت کے وقت دیکھا تھا"-

انجمن خدام القرآن، تنظیم اسلامی، قرآن اکیڈمی اور حال ہی میں قرآن کالج جیسے عظیم اداروں کی تاسیس کی بنا پر وہ دینی حلقوں میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور آپ کی تعمیرِ سیرت اور تکمیل شخصیت میں جن عناصر نے خصوصی طور پر حصہ لیا، یا جن حضرات سے آپ نے روحانی یا ظاہری طور پر اکتساب فیض کیا، اس کی پوری تفصیل، تالیف پیش نظر کے حصہ دوم 'باب چہارم میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ برصغیر کے فکرِ قرآنی

© rasailojaraid.com

کے محیط میں چار معروف سلسلوں کا اتصال آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ھٰذا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط

اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ فکر قرآنی کے سلاسلِ اربعہ 'میلانِ طبعی اور مسلسل جدوجہد کی بدولت آپ "فنافی القرآن" کے مرتبۂ علیا پر فائز ہیں وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ہ

انتساب و خصوصی غایت تالیف :

مصنف علام تالیفِ کتاب کے انتساب اور خصوصی غرض و غایت کے متعلق مقدمۂ کتاب میں فرماتے ہیں :

"یہ تالیف میں نے ان نوجوانوں ہی کے لئے مرتب کی ہے جو حدیث نبوی خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنالیں۔ تاکہ —

ا۔ اس تالیف کے ذریعے انہیں ان موجود الوقت علمی و فکری اور تہذیبی و ثقافتی ظروف و احوال کا فہم و شعور بھی حاصل ہو جائے۔ جن میں انہیں دعوت الی القرآن کا فریضہ انجام دینا ہے۔ اور

ب۔ انہیں اپنی اس نسبتِ عالیہ کا ادراک بھی ہو جائے جو خدمتِ قرآن کے ناطے انہیں ان عظیم ہستیوں سے حاصل ہو جائے گی جنہوں نے دعوت رجوع الی القرآن کے شجرہ طیّبہ کی آبیاری کی ہے۔ اور

ج۔ انہیں معلوم ہو جائے کہ طلبِ صادق اور عزمِ راسخ کی بدولت 'اللہ تعالےٰ ان کے سامنے کیسے کیسے راستے کھولتے چلے جاتے ہیں بمطابق وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (الآیہ)

عمومی غرض و غایت :

چودہویں صدی ہجری کے مجدّدِ اعظم اسیرِ مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے جیل سے رہائی کے بعد دارالعلوم دیوبند میں منعقدہ ایک اہم اجتماع میں حلقہ دیوبند کے جملہ اکابر علماء کی موجودگی میں امتِ مسلمہ کے موجودہ زوال و اضمحلال اور ذلت و نکبت کی تشخیص کرتے ہوئے اس کے دو سبب بیان فرمائے : نمبر۱۔ قرآن کو چھوڑ دینا۔ ۲۔ آپس کے

اختلافات اور خانہ جنگی اور اس کا علاج قرآن کریم کو لفظاً و معناً عام کرنا اور مسلمانوں کا باہمی جنگ و قتال کسی قیمت پر برداشت نہ کرنا تجویز فرمایا۔ اسی طرح ان کے بعد مفکر اسلام علامہ اقبال مرحوم نے بھی اسی تشخیص و تجویز کے ساتھ مکمل اتفاق کا اظہار کیا تو ان کے معنوی شاگرد مؤلفِ کتاب ہذا نے اس تشخیص و تجویز کو عملاً روشناس کروانے کے لئے ' رقم کتاب ' کا اہتمام کیا۔ اور ایک باقاعدہ تحریک کے ذریعے اس کا عملی نمونہ بھی عوام کے سامنے پیش کیا۔ تاکہ وہ اسے اپنا کر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں۔

اجزاء کی تالیف پر ترتیب وار تبصرہ۔

حصہ اوّل : **دعوت رجوع الی القرآن موجودہ عالمی تہذیب کے تناظر میں**

پہلا باب۔ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کرنے کا اصل کام۔

تحریر و تقریر کا ملکہ ' ایک بہت بڑی نعمت خداوندی ہے۔ بالخصوص جب یہ دونوں کسی ایک ذات میں اکٹھی ہو جائیں تو نورٌ علیٰ نور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مقام حیرت ہے کہ سائنس کا ایک طالب علم ' جو خود معترف ہے کہ اس نے نہ کبھی کالج کی سطح پر ادبیات سے رشتہ قائم کیا ' نہ فلسفہ و منطق کی وادیوں میں جادہ پیمائی کی ' نہ کبھی مباحثوں میں حصہ لیا اور نہ کبھی مضمون نویسی کے مقابلوں میں شریک ہوا۔ اچانک ایک نہایت ہی سنگلاخ وادی میں داخل ہوتا ہے تو تحریر و تقریر کی شاہراہیں ' اس کے سامنے دست بستہ ایستادہ نظر آتی ہیں۔ تقریر کے لئے جو موضوع دے دیا جائے فی البدیہ اس پر سیر حاصل تبصرہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار اور تحریر کے لئے جو عنوان پیش کر دیا جائے ' اس پر محققانہ و مبصرانہ مقالہ لکھنے کے لئے ہر آن کمربستہ۔ تحریر میں روانی ' پختگی ' منطقی استدلال ' عنوان اور معنوں کے درمیان مطابقت نامہ ' ادبیت کی چاشنی اور اسالیب کے تنوع سے مملو و مزیّن۔ مذکورہ خصوصیات نے ایسی کیفیت پیدا کر دی ہے کہ ایک عنوان کو پڑھنا شروع کر دیا جائے تو طبیعت مطمئن ہی نہیں ہوتی جب تک اسے مکمل نہ کر لیا جائے۔ کیونکہ ذیلی عنوانات ' زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ' فکرِ مغرب کا ہمہ گیر استیلاء ' اس میں عنوان اور معنون کی گہری مطابقت سے خود بخود دوسرا ذیلی عنوان ' بنیادی نقطہ نظر ' پیدا ہو گیا۔ اور اس کی منطقی توجیہہ کرتے ہوئے ' عالم اسلام

© rasailojaraid.com

کی بے کسی و بے بسی پر نگاہ پڑتی ہے جو فکرِ مغرب کی یورش کا نشانہ بنتا ہے۔ اب اس کی طرف سے 'مدافعانہ کوشش' ایک فطری تقاضا ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں جبکہ علوم عمرانی ارتقاء پذیر ہیں اور سائنسی انکشافات 'ایجادات اور اختراعات کا سلسلہ شروع ہے تو خدا کی بجائے کائنات اور روح کی بجائے مادہ تحقیق و تجسس کا مرکز و محور بنتا ہے۔ حیاتِ اخروی خارج از بحث اور حیاتِ دنیوی غور و فکر کا موضوع قرار پاتی ہے جس سے مختلف عمرانی تصورات اور سیاسی و معاشی نظریات وجود میں آتے ہیں۔ چنانچہ سابقہ نظام ہائے حیات کی جگہ سیاسی میدان میں قوم پرستی' آمریت اور جمہوریت کا رواج ہوتا ہے۔ اور معاشی میدان میں سرمایہ داری اور سوشلزم برسر کار آتے ہیں۔ اور مختلف سیاسی اور معاشی تحریکوں کا آغاز ہوتا ہے۔ عالم اسلام میں بھی اسلام پر بطور 'نظام زندگی' غور و فکر شروع ہوتا ہے اور اس نظام کو عملاً نافذ کرنے کے لئے مختلف ممالک میں تحریکوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ تحریکیں جو تقریباً نصف صدی سے برسر عمل ہیں ناکام رہتی ہیں۔۔ کیوں؟۔ اس پر 'تعبیر کی کوتاہی' کا عنوان سامنے آتا ہے۔ اور وضاحت سے بتایا جاتا ہے کہ احیائے اسلام کی شرطِ اول تجدیدِ ایمان ہے اور کرنے کا اصل کام ایک زبردست علمی تحریک کا اجراء ہے۔ اس ضمن میں دو ذیلی عنوانات : کرنے کا اصل کام۔ اور عملی اقدامات کا مطالعہ موضوع زیر بحث کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتا۔

یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہیں ہوگا کہ عملی اقدامات میں صرف تجاویز پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مصنّف علام مدظلہ نے اس سلسلے میں متعدد اداروں کی تاسیس کا عملی اقدام بھی کر دیا ہے۔ انجمن خدّام القرآن' تنظیم اسلامی' قرآن اکیڈمی اور اب بالخصوص قرآن کالج کا قیام' جس کے آڈیٹوریم میں محاضرات قرآنی اور سالانہ تقریبات کا انعقاد ہو رہا ہے مذکورہ دعوے پر شاہد عدل ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء

باب دوم۔ فکرِ مغرب کی اساس اور اس کا تاریخی پس منظر۔

یہ تحریر پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم کی ہے جس میں انہوں نے نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ فکرِ مغرب کی اساس کی نشان دہی کرتے ہوئے اس کے تاریخی پس منظر پر ایک طائرانہ لیکن ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے۔ مولف علام مدظلہ نے چونکہ پہلے باب میں فکر مغرب کے ہمہ گیر استیلاء کا ذکر چھیڑا ہے' اس لئے فطری طور پر قاری کا ذہن اس کی

اساس اور تاریخی پس منظر کی تلاش میں سرگرداں ہو سکتا ہے - اس لئے یہ تحریر اس کی پریشانی کو ختم کرتے ہوئے اس کے ادراک کی تکمیلی صورت کا اہتمام کرتی ہے - اس لئے اسے پہلے باب کا تتمہ و تکملہ کہا جاسکتا ہے - اس باب میں پروفیسر مرحوم نے تسلیم کیا ہے کہ فلسفہ و منطق اور علم کلام کی وادیوں کی سیر' انسان کو سوائے تشکیک و اضطراب کے کچھ نہیں دے سکتی اور اس وادی میں تقریباً پچاس سال تک بھٹکنے کے بعد بالآخر تصوف کی طرف متوجہ ہونے سے انہیں سکون و اطمینان کی دولت نصیب ہوئی - اسے وہ تجدیدِ ایمان سے تعبیر کرتے ہوئے مولف علام مدظلہ کے پروگرام سے مکمل اتفاق کا اظہار کرتے ہیں -

حِصّہ دوم - دعوت رجوع الی القرآن کا تاریخی پس منظر -

باب اوّل - قرآن حکیم قرنِ اوّل میں اور اس کے بعد :

اس باب کے متعلق مولف علام مدظلہ خود مقدّمہ تالیف میں فرماتے ہیں کہ "یہ میری محبوب ترین تحریروں میں سے ہے" - بلاشبہ آپ کی ژرف نگاہی قابل تحسین ہے، جس نے اس حقیقت کا سراغ لگا لیا کہ تاریخ اسلام کے قرن اول میں ہی بعض فطری اور منطقی اسباب کے نتیجے میں توجہات ' قرآن حکیم کی بجائے بعض دوسری چیزوں کی طرف منعطف ہو گئی تھیں اور یہی عمل بعد کے ادوار میں، تدریجاً بڑھ کر مہجوریٔ قرآن کی اس کیفیت پر منتج ہوا جس کی نشان دہی حضرت شیخ الہندؒ اور علامہ اقبال نے کی - بہرحال اس باب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :" واقعہ یہ ہے کہ بدء الاسلام میں دین کی اصل اساسی اور بنیادی حقیقتیں دو ہی تھیں : ۱- قرآن حکیم - ۲- جہاد فی سبیل اللہ - پھر قرآن مجید کی گرج اور کڑک ' بقول حالی مرحوم "وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی" کے شواہد ' اس کی وہ آیاتِ بینات جو شرک و الحاد کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و یقین کی روشنی کی طرف لانے والی ہیں، ان کی خصوصیات اور اس کا موعظہ و شفاء لما فی الصدور ہونا جس زوردار انداز میں پیش کیا ہے حیرت ہوتی ہے - ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں :" گویا انذار ہو یا تبشیر ' تبلیغ ہو یا تذکیر ' موعظت ہو یا نصیحت ' تعلیم ہو یا تربیت ' تزکیہ ہو یا تصفیہ ' تخلیہ ہو یا تنویر ' الغرض تطہیر یا تعمیر ' محمدؐ رسولِ اللہ کا پورا عملِ دعوت و اصلاح قرآن مجید ہی کے گرد گھومتا ہے" -

© rasailojaraid.co

مزید زورِ کلام ملاحظہ ہو - صحابہؓ کرام کی زندگیوں میں قرآن مجید نے جو ہمہ گیر تبدیلی پیدا کی اس کے بارے میں فرماتے ہیں :" قرآن نے ان کا فکر بدلا' سوچ بدلی' نقطہ نظر بدلا' اقدار بدلیں' عزائم بدلے' امنگیں بدلیں' شوق بدلے' دلچسپیاں بدلیں' خوف بدلے' امیدیں بدلیں' اخلاق بدلے' کردار بدلے' خلوت بدلی' جلوت بدلی' انفرادیت بدلی' اجتماعیت بدلی' دن بدلا' رات بدلی' حتیٰ کہ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ زمین بدلی الغرض پوری کائنات بدل کر رکھ دی "-

تحریر میں یہ زور قرآن مجید کے فیضان ہی کا اثر ہے -

پھر اس ہمہ گیر تبدیلی کے منطقی نتیجہ "تصادم" سے جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت کا اثبات اور اس سے تکبیر رب کا اعلان اور تنفیذ فی الارض بمطابق وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ منطقی استدلال اور زور بیان کی وہ معراج ہے جو نام نہاد دانشوروں اور ادیبوں کی قسمت میں کہاں ؟- یہ تو فنافی القرآن کے مقامِ رفیع کے برکات و نتائج ہیں- وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

قرنِ اول کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :" نبی اکرمؐ کی حیات طیبّہ اور خلافتِ راشدہ کے دوران ' اسلام کی نشاۃِ اولیٰ یا غلبۂ حق کا دورِ اول بلاشائبۂ ریب و شک نتیجہ تھا' صحابہ کے تعلّق بالقرآن اور جذبۂ جہاد کا- لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ جیسے ہی اسلام نے ایک مملکت اور سلطنت کی صورت اختیار کی ان دونوں کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی اور ایسا ہونا ایک حد تک منطقی اور فطری تھا"- اگرچہ اس تبصرہ سے اختلافِ رائے کی کافی گنجائش موجود ہے تاہم اس کے بعد ان دونوں کی ثانوی حیثیت پر جس حقیقت پسندانہ اور پرسوز انداز میں اظہار خیال کیا ہے اس کا ایک ایک لفظ جڑے ہوئے نگینہ کی حیثیت رکھتا ہے - اور قاری اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور مجموعی طور پر یہ ایک ایسا متن ہے جس کی تشریح کے لئے ایک دفتر درکار ہے -

باب دوم- اسلام برعظیم پاک و ہند میں -

برعظیم پاک و ہند میں اسلام کے ورود پر تبصرہ کرتے ہوئے مولف علام مدظلہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر اسلام آیا ہی اس وقت جب وہ نشاۃِ اولیٰ کے بعد زوالِ اوّل سے پوری شدت کے ساتھ دوچار ہو چکا تھا اور اس کی وحدتِ فکری بھی پارہ پارہ ہو چکی تھی اور

وحدتِ ملی بھی - ایک طرف عالم اسلام کے قلب میں عرب قوت کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا اور دوسری طرف خلافتِ اسلامی کی توحیدی شان ایک قصہ پارینہ بن چکی تھی اور اس کی جگہ ملوک، احبار اور رھبان پر مشتمل قدیم تثلیث پوری طرح رائج ہو چکی تھی -

بہرحال برعظیم میں ورودِ اسلام کے وقت اصحابِ سیف وسنان الگ اور صاحبانِ قرطاس و قلم الگ تھے - لیکن ان میں ربط موجود تھا - لیکن جلد ہی یہ ربط کمزور ہوگیا، بلکہ اس نے تضاد کی صورت اختیار کر لی - مدرسہ و خانقاہ میں بھی منافرت کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی - ایک شدیدِ حنفیت کے زیر اثر تھا تو دوسرا وجودی تصوف کا حامل - قرآن مجید کا تعارف ایک کتابِ مقدس کی حیثیت سے ہوا اور علمِ حدیث سے یہ سرزمین دیر تک نابلد رہی - مسلم انڈیا کا سنہرا دور دورِ غلاماں تھا - اس کے بعد تنزل ہوتا چلا گیا - حتیٰ کہ اکبر اعظم علیہ ما علیہ کے زمانے میں یہ تنزل اپنی انتہا کو پہنچ گیا - اور عین اس وقت جبکہ ہندوستان کی سرزمین پر مسلمانوں کا خورشیدِ حکومت نصف النّہار پر چمک رہا تھا "اسلام پر انتہائی غربت اور شدید بے کسی و کسمپرسی کی کیفیت طاری ہو چکی تھی - یہاں تک کہ نام نہاد دین الٰہی نے دین محمدیؐ کی کامل بیخ کنی کرنے یا کم از کم اسے سرزمینِ ہند سے ملک بدر کرنے کا بیڑا اٹھالیا تھا - یہ الگ بات ہے کہ قدرت نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ اسلام کے زوال کی انتہاء اس کی نشأۃ ثانیہ کی تمہید بن گئی -

یہ اقتباسات اور ان کا خلاصہ 'مبصّر کی وسعتِ نظر' کثرتِ مطالعہ' حالات کی تبدیلی پر گہری نظر' اور منطقی نتائج کے استخراج کی فطری صلاحیت پر دلالت کے بیّن ثبوت کے طور پر پیش کئے گئے ہیں - اس کے بعد اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی تمہید کے دعوے کے اثبات کے لئے برعظیم میں تین شخصیتوں کی پیدائش کا ذکر کرتے ہیں : ۱- مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ - ۲- شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ - ۳- امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ - جنہوں نے اپنے مجاہدانہ اور علمی کارناموں سے مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا اور ان کا رشتہ پھر سے اصل سرچشمہ قرآن و حدیث سے جوڑ دیا - نوجوانوں کے لئے اپنے اسلاف کے ان کارناموں میں نشانِ راہ موجود ہیں - جو مصنّف علام مدظلہ نے کہیں ایجاز لیکن غیر مخل سے اور کہیں اطناب لیکن غیر ممل سے' مطالعہ کے لئے ان کے سامنے رکھ دیئے ہیں -

© rasailojaraid.co

باب سوم: انگریزی دور کے نئے فتنوں کا سدِّباب، تحریک رجوع الی القرآن اور ترجمہ و تفسیر قرآن کے مختلف مکاتب فکر۔

تاریخی دھارے سے اپنے موضوع و مقصد کے مطابق 'مفید جواہر پارے نکال لینے میں مصنف علام کو ایک خاص ملکہ حاصل ہے۔ اور پھر ان کو ترتیب دے کر نہایت خوبصورت شکل میں قارئین کے سامنے پیش کر دینا' آپ کے حسنِ انتخاب اور حسنِ کارکردگی کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہندوستان میں انگریز کے باقاعدہ عسکری تسلط کا آغاز تو ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی کے نتیجے میں گویا شاہ ولی اللہ کی زندگی میں ان کی وفات سے چھ سال قبل ہو گیا تھا تاہم اسے ایک باضابطہ کل ہند سلطنت بننے میں پوری ایک صدی لگی۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء میں غدر یا بغاوت کی صورت میں آخری ہچکی لے کر ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا ساڑھے چھ صد سالہ دور ختم ہو گیا۔ اور تاریخِ ہند کے برطانوی دور کا آغاز ہو گیا"۔

پھر فرماتے ہیں:

" یہ ایک صدی بالخصوص مسلمانانِ ہند کے لئے انتہائی مایوسی کا زمانہ تھا۔ تحریکِ شہیدین کی بظاہر ناکامی اور ریشمی رومال تحریک کا بے نتیجہ رہنا' مسلمانوں کی مایوسی میں اضافہ کا سبب بنا۔ اس کے بعد برطانوی دورِ حکومت میں مسلمانانِ ہند زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار رہے۔ خالص مذہبی میدان میں سب سے پہلے ان کو عیسائی مشنریوں سے سابقہ پیش آیا۔ عیسائی پادری چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ عیسائیت کی تبلیغ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر بھی ہونے لگی۔ سنت الہیہ کا ظہور ہوا اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی' جو خاندان ولی اللہی کے چشمے سے سیراب ہو کر ابھرے' انہوں نے پادری فنڈر کی کتاب میزان الحق کا دنداں شکن جواب اظہار الحق نامی کتاب سے دیا تو پادری صاحب کو ہندوستان سے بھاگنا پڑا۔ عیسائیوں کی دیکھا دیکھی ہندوؤں کی باسی کڑھی میں بھی ابال آیا۔ اور مسلمانوں پر ان کا حملہ دو صورتوں میں ہوا۔ پہلی صورت میں آریہ سماجیوں نے مسلمانوں کو للکارا اور سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" کی اشاعت سے یہ فتنہ عروج کو پہنچا۔ اگرچہ علماء حق بھی میدان میں آئے لیکن بدقسمتی سے اس میدان میں نمایاں حیثیت آنجہانی غلام احمد قادیانی کو حاصل ہوئی۔ ۱۸۸۳ء میں 'سرمہ چشم آریہ' نامی

کتاب لکھ کر اس نے وہ ہر دل عزیزی حاصل کی جو اس کے ظرف سے زیادہ ہونے کے باعث چھلک پڑی - اور خود بھی گمراہ ہوا اور ہزاروں کو گمراہ کر گیا - ہندو حملے کی دوسری صورت راجہ رام موہن رائے کی جماعت برہمو سماج کے فلسفہ وحدتِ ادیان کی شکل میں سامنے آئی جس سے مولانا ابو الکلام جیسی نابغہ روزگار شخصیت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی -

بہرحال مسلمانان ہند کی مثبت احیائی کوششوں کا آغاز بیسویں صدی کے آغاز سے ہوا - نگاہوں کا ارتکاز رفتہ رفتہ قرآن مجید پر ہونے لگا - اور امتِ مسلمہ جو کلام اللہ سے بیگانہ ہو چکی تھی دوبارہ اس کی طرف متوجّہ ہونے لگی - اس دور میں رجوع الی القرآن کے ذکر میں مصنف علام مدظلہ 'حق و انصاف کا اظہار کرتے ہوئے ان گروہوں کے حصّہ (Contribution) کا بھی ذکر کرتے ہیں جو بعد میں انتہائی غلط راہوں پر چل نکلے - اور ضلّوا واضلّوا کا مصداق بن گئے - مثلاً قادیانی 'چکڑالوی اور پرویزی وغیرہ - ترجمہ و تفسیرِ قرآن کے ضمن میں گزشتہ نصف صدی (ربع آخر گزشتہ صدی و رُبعِ اول موجودہ صدی) میں جو کام ہوا ' اس کی ایک فہرست بھی دے دی گئی - جو اگرچہ نامکمل ہے تاہم مفیدِ مطلب ہے - اس کے بعد مصنف علام مدظلہ فرماتے ہیں کہ برصغیر میں اس دوران دو مکتب فکر پروان چڑھے : ۱ - علی گڑھ - ۲ - دیوبند - دعوت رجوع الی القرآن کے نقطہ نظر سے دونوں کے رنگ الگ الگ نظر آتے ہیں - علی گڑھ کا متجددانہ رنگ سر سید احمد خاں کی تفسیر میں نظر آتا ہے - جبکہ راسخ العقیدہ روایتی انداز کی تفاسیر میں شیخ الہندؒ کا ترجمہ اور مولانا اشرف علیؒ تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ' جس پر مبنی مزید تین تفسیریں ' مولانا عبد الماجد دریا بادی ' مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا مفتی محمد شفیع کی لکھی ہوئی سامنے آ چکی ہیں - محمد علی لاہوری ' علامہ عنایت اللہ مشرقی اور غلام احمد پرویز کی تفاسیر ' فکرِ سر سید ہی کی شاخیں ہیں -

مزید فرماتے ہیں کہ علی گڑھ اور دیوبند کی دو انتہاؤں کے درمیان فکرِ قرآنی کے تین اور سوتے پھوٹے ہیں : ۱ - علامہ اقبال مرحوم کی ترجمانیٔ قرآن اور ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی تشریح - ۲ - مولانا ابو الکلام آزاد کا ترجمان القرآن اور مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن اور ۳ - مولانا حمید الدین فراہی کا طریق تدبّرِ قرآن -

یہ تینوں دھارے بظاہر ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوصف ' ایک

© rasailojaraid.com

دوسرے کے جذب و انجذاب کا شدید میلان رکھتے ہیں - ان میں سے آخری دو دھارے تو ایک ہی چشمے سے سیراب ہوئے ہیں - اور وہ چشمہ ہے مولانا شبلی نعمانی جنہوں نے ان دونوں کی پرورش کی ہے - الغرض ایک طویل تاریخی دور کا ایک مخصوص نقطہ نظر سے اتنا جامع تجزیہ، مصنف علام مدظلہ پر مطالعہ قرآن کا فیضانِ نظر ہے، جس میں جرح کا تو دخل ہی نہیں، البتہ تعدیل کے مراحل میں اضافہ ناگزیر ہے -

باب چہارم - انجمن خدام القرآن کا مؤسّس -

عنوان سے واضح ہے کہ اس باب میں مصنف علام مدظلہ نے خود اپنا تعارف اس طریقے سے کروایا ہے کہ فکر قرآن کے مذکورۃ الصدر مختلف دھاروں سے انہیں استفادہ کی صورت کس طرح میسر آئی - چنانچہ فرماتے ہیں :

" الغرض راقم (مصنف علام) کے فکر و نظر پر ھو الاول و الآخر کے مصداق ابتدائی اور تکمیلی چھاپ ہے علامہ اقبال مرحوم کی - ان میں سے ابتدائی تاثر زیادہ تر جذباتی ہے، جس کا حاصل ہے جذبۂ ملی - اور تکمیلی رنگ خالص فکری ہے، جس کا موضوع ہے فکرِ جدید کے پس منظر میں قرآن حکیم کا مطالعہ یا قرآن حکیم کی روشنی میں فکر جدید کا جائزہ و تجزیہ - اور ان کے مابین رواں ہیں مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم 'سید ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور کی قرآنی دعوتِ جہاد و انقلاب اور امام حمید الدین فراہی اور مولانا امین احسن اصلاحی کے طریق تدبر قرآن اور حضرت شیخ الہند اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے علمِ راسخ کے کوثر و تسنیم ایسے چشمے " ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم "

فکر قرآنی کے ان سلاسل کے بانی حضرات تک رسائی اور ان سے اکتسابِ فیض کی تفصیل اور کچھ بزرگوں سے وصل کے بعد فصل کی داستان بھی اس باب میں مذکور ہے - ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ -

بحیثیت مجموعی تالیف پر نظر :

کتاب کے تفصیلی تجزیہ کے بعد اب بحیثیت مجموعی،
اختلافِ رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے چند ایک اشکالات یا ابہامات کی نشان دہی کی جاتی ہے جن کی وضاحت اگر ہو جائے تو کتاب کی افادیت میرے نقطہ نگاہ سے کہیں بڑھ سکتی ہے - -

.com

۱- مرض کے سبب 'مہجورئ قرآن کی جامع اور مانع تعریف نہیں کی گئی جو نہایت ضروری ہے -

۲- مہجورئ قرآن کے آغاز کو مملکت اور سلطنت کے قیام سے متعلق قرار دیا گیا ہے جو خود مبہم اور وضاحت طلب ہے -

۳- کیا قرآن مجید 'خود مملکت کے قیام کا داعی نہیں ؟ - اور اگر ہے تو اس سے مہجورئ قرآن کا دعوٰی کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے ؟ -

۴- اگر قرآن کسی معاشرے کے عدالتی نظام میں موجود ہو تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ معاشرہ قرآن کو چھوڑ چکا ہے ؟ -

۵- قرآن مجید کے لئے 'یکے از ادلہ اربعہ ' کی ترکیب کا استعمال غیر مستحسن ہے کیونکہ یہ ترکیب تو ادلہ اربعہ کے باہم مساوی اور ہم مرتبہ ہونے پر دلالت کرتی ہے جبکہ علماء کے اصول کے نزدیک دلیل تو وہی ہے - باقی تو اس کے توابع ہیں ! -

۶- کیا تلاوتِ قرآن مجید اور تعلیمِ قرآن مجید سے خود بخود ایمانِ حالی یعنی حقیقی حاصل ہو جاتا ہے - قرآن مجید کے بیان کردہ فرائضِ نبوت میں تلاوتِ آیات کے بعد اور تعلیمِ کتاب و حکمت سے قبل ایک اور فریضہ ' تزکیہ ' کا ذکر ہے - کیا حقیقی ایمان کا تعلق اس کے ساتھ تو نہیں - اور حضرت ابن عباس کے قول تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ کا مفہوم بھی اسی سے متعلق تو نہیں ؟ -

۷- علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر — علم و حکمت از کتب ' دیں از نظر

یہ "نظر" کیا ہے - آیا ہماری تحریک میں اس کا بھی کچھ اہتمام ہے ؟ -

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین -

احقر العباد حافظ محمد فاضل عفی عنہ

پروفیسر قرآن کالج لاہور

© rasailojaraid.com